تجویز کرنے کے سلسلے میں حکومت یا اُس کی مقرر کردہ جماعت کس حد تک آزاد ہے۔

ا۔ نص کی ضرورت:

نص کی ناگزیر ضرورت کا نظریہ واضح انداز سے قرآن یا حدیث میں نہیں ملتا' البتہ قرآن اور حدیث کے بعض نصوص سے اور بعض اصول و قواعد سے اس کا استنباط معقول طور پر کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وماكنا معذبين حتى نبعث رسولا۔۔۔ (الاسراء: ۱۵)

(ہم اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کہ ہم رسول نہیں بھیج دیتے)

وماكان ربك مهلك القرى حتى يبعث فى امها رسولا يتلوا عليهم آياتنا۔۔۔ (القصص :۵۹)

(تمھارا رب مختلف گاؤں والوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان میں سب سے اہم گاؤں میں ایک رسول نہ بھیج دے جوان کو ہماری آیات پڑھ کر سنائے)

قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفرلكم ماقد سلف۔۔۔ (الانفال :۳۸)

(کافروں سے کہہ دو اگر وہ باز آجائیں تو اللہ تمھارے گذشتہ گناہوں کو معاف کردے گا)

اللہ تعالیٰ نے بعض امور کی حرمت بیان کرنے کے بعد سورہ نساء میں فرمایا ہے:

الاماقد سلف

(مگر جو پہلے کیا جاچکا)

نیز ارشاد باری ہے:

عفاالله عماسلف' ومن عاد فينتقم الله۔۔۔ (المائده: ۹۵)

(جو پہلے کیا جاچکا اللہ نے اسے معاف کیا مگر جو پھر ارتکاب کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا)

تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور اسرار شریعت کا حسین مجموعہ
ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا

جلد چہارم

احیاء علوم الدین

جدید اور بامحاورہ سلیس ترجمہ

مذاق العارفین

مصنف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالیؒ
جدید ترجمہ: مولانا ندیم الواجدی فاضل دیوبند

دارالاشاعت
اردو بازار، کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : شکیل پرنٹنگ پریس
ناشر : دارالاشاعت کراچی
ضخامت : صفحات

بسم تعالیٰ

میں ندیم الواجدی ولد مولانا واجد حسین ساکن دیوبند ضلع سہارنپور یوپی بھارت نے احیاء علوم الدین (اصل تصنیف عربی میں ہے) جس کے مصنف امام غزالیؒ ہیں کا ترجمہ اردو میں جدید اضافوں کے ساتھ کیا ہے۔ اسے دیوبند سے چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔ میں اس کے کاپی رائٹ پاکستان کے لئے جناب خلیل اشرف عثمانی مالک دارالاشاعت اردو بازار کراچی کو بخوشی دیتا ہوں کہ وہ اسے کمپیوٹر کتابت سے آراستہ کر کے جدید اور معیاری انداز سے شائع کریں گے۔

Along with copy Right of this manuscript خلیل اشرف عثمانی جس طرح بھی پاکستان میں چاہیں تو کاپی رائٹ آفس میں اپنے نام رجسٹرڈ کرا سکتے ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

ندیم الواجدی
مترجم احیاء العلوم و مالک دارالکتاب دیوبند
یوپی۔ انڈیا

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی ۱
ادارۃ القرآن گارڈن ایسٹ بیلہ کراچی ۵
ادارۃ المعارف کورنگی کراچی ۱۴
مکتبہ دارالعلوم دارالعلوم کورنگی کراچی ۱۴
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی۔ لاہور
بیت العلوم ۲۶ نابھہ روڈ انارکلی لاہور

کشمیر بکڈپو : چنیوٹ بازار فیصل آباد
مکتبہ سید احمد شہید : اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ : ۱۸۔ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ : راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی : خیبر بازار پشاور
مکتبہ امدادیہ : ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنی دائیں مٹھی بند کی اور فرمایا یہ نوشتۂ الٰہی ہے' اس میں اہل جنت کے اور ان کے آباء کے نام لکھے ہوئے ہیں' نہ ان میں سے کوئی نام کم ہوگا اور نہ زیادہ ہوگا' پھر آپ نے بائیں مٹھی بند کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ نوشتۂ الٰہی ہے' اس میں اہل جہنم کے نام اور ان کے آباء کے نام درج ہیں' نہ ان میں کمی ہوگی نہ زیادتی' اور جو لوگ اہل سعادت ہیں وہ اہل شقاوت جیسے کام کریں گے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے یہ بھی انہی میں سے ہیں بلکہ وہی ہیں' پھر اللہ تعالیٰ موت سے پہلے انہیں بدبختوں کے زمرے سے خارج کر دیتا ہے گویا ایک ہی لمحہ پیشتر کیوں نہ خارج کرے' اور بدبخت لوگ اہل سعادت کے سے اعمال کریں گے' یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ یہ سعادت مندوں میں سے ہیں' بلکہ سعادت مند ہی ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ موت سے قبل انہیں نیک بخت لوگوں کے زمرے سے نکال دے گا' گو ایک لمحہ پہلے ہی کیوں نہ نکالے۔ سعید وہی ہے جو قضاء الٰہی میں سعید ہو چکا ہے' اور شقی وہ ہے جو قضاء الٰہی میں شقی قرار پا چکا ہے' اور اعمال (کی قبولیت یا عدم قبولیت) کا مدار خاتمے پر ہے (ترمذی۔ عبداللہ ابن عمرو ابن العاص)

سابقہ اور خاتمہ سے خوف کرنے والے ان شخصوں کے لئے دوسری مثال یہ دی جاسکتی ہے کہ ان کا خوف ایسا ہے جیسے دو شخص کہ ان میں سے ایک اپنے گناہوں سے ڈرتا ہو' اور دوسرا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو' کیونکہ وہ اس کی صفت جلال کی معرفت رکھتا ہے اور ان اوصاف سے واقف ہے جو اسکی ہیبت کے مقتضی ہیں' ظاہر ہے یہ دوسرا شخص مرتبے میں اعلا ہوگا' اسی لئے یہ خوف باقی بھی رہتا ہے' اگرچہ وہ اطاعت پر مواظبت کرے تو اس فریب سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے۔ بہر حال معصیت سے ڈرنا نیک لوگوں کا ڈرنا ہے' اللہ سے ڈرنا موحدین و صدیقین کا ڈرنا ہے' اور یہ ڈر معرفت الٰہی کا ثمرہ ہے جو شخص اللہ کی معرفت رکھتا ہے' اور اسکی صفات کا علم رکھتا ہے اسے یقیناً ان اوصاف کا علم بھی ہوگا جو اسکے خوف کے مقتضی ہیں' اگرچہ اس شخص سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی گناہ گار اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلے تو وہ اللہ سے ڈرے گناہ کا خوف نہ کرے۔

<u>خوف خدا مقصود ہے</u> : اصل میں اللہ سے ڈرنا ہی مقصود ہے' اگر اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات سے ڈرانا مقصود نہ ہوتا تو وہ اپنے بندوں کو گناہ کے لئے مسخر نہ کرتا' اور نہ ان پر گناہوں کی راہ سہل کرتا' نہ ان کے اسباب مہیا فرماتا' اسلئے کہ معصیت کے اسباب فراہم کرنا بھی تو اپنی رحمت سے دور کرنا ہے' پھر معصیت سے پہلے بندہ سے کوئی ایسی معصیت سرزد نہیں ہوئی تھی جس کی بنا پر اسے گناہ کا مستحق قرار دیا جاتا' اور اس پر گناہ کے اسباب جاری کئے جاتے' اسی طرح طاعت سے پہلے بندے کی پاس کوئی ایسی نیکی نہیں تھی کہ اسکی وجہ سے وہ نیک اعمال کا مستحق قرار پاتا' اور اس پر نیکی کی راہ روشن کی جاتی' یہ سب قضائے الٰہی کے اسرار ہیں' گناہ گار پر گناہ کا حکم ہو چکا ہے' خواہ وہ اس پر راضی ہو یا نہ ہو' اسی طرح اطاعت گزار کے مقدر میں نیکی لکھی جاچکی ہے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے' اس ذات کی بے نیازی کا عالم یہ ہے کہ وہ بغیر کسی وجہ سابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا اونچا مرتبہ عنایت کرتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا' دوسری طرف بلا کسی تقصیر کے ابو جہل کو اسفل السافلین میں پہنچاتا ہے۔ جس ذات کی بے نیازی کا یہ عالم ہے اس کے جلال سے ڈرنا ضروری ہے۔

<u>مطیع و عاصی دونوں پابند ہیں</u> : جب بھی کوئی بندہ اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ارادۂ اطاعت مسلط کیا جاتا ہے اور اس کو اس اطاعت پر قدرت عطا کی جاتی ہے' چنانچہ ان دونوں اسباب کی فراہمی کے بعد اس اطاعت کا وقوع ضروری ہو جاتا ہے' اسی طرح جب کوئی بندہ نافرمانی کرتا ہے تو اس لئے کرتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافرمانی کا ارادہ مسلط کردیا گیا تھا' اور اسے اس نافرمانی پر قدرت دی گئی تھی۔ اب ہمیں اس کی وجہ معلوم نہیں کہ ایک شخص کو خیر کے اسباب کیوں مہیا کئے گئے اور اس کے جوارح کو اطاعات پر کس لئے مجبور کیا گیا اور اسے دوسرے شخص کے مقابلے میں فلاح و سعادت کا مستحق کیوں سمجھا گیا' جب کہ اس دوسرے پر گناہ کے دواعی مسلط کرکے اسے رحمت الٰہی سے دور کیا گیا اور ذلت و اہانت کا مستحق قرار دیا گیا' یہ اسرار الٰہی ہیں' ہم ان سے واقفیت کا دعویٰ نہیں کرسکتے' نیز ہم ان امور۔۔۔ معصیت و طاعت۔۔۔ کو بندوں پر بھی محمول نہیں کرسکتے' کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ بندہ مجبور ہے' وہ جو کچھ کرتا ہے قضاء الٰہی سے کرتا ہے' جب باری تعالیٰ کی ذات ایسی ہے تو عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے خوف کیا جائے۔

اس موضوع پر یہی گفتگو کی جاسکتی ہے 'اس کے بعد تقدیر کے مسائل ہیں 'اور ان پر کلام کرنا درست نہیں ہے 'جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات جلال سے خوف کیا جائے ہم اسے ایک مثال کے ذریعے سمجھا سکتے ہیں 'اگر اذنِ شرع نہ ہوتا تو بڑے سے بڑے مدبّر اور صاحب بصیرت کی بھی یہ ہمت نہ ہوتی کہ وہ اس سلسلے میں کوئی مثال ذکر کرے 'لیکن حدیث شریف میں اس کی مثال مذکور ہے اسلئے ہم تفہیم کے لئے اسے نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں 'چنانچہ روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد مجھ سے اس طرح ڈرا کر جس طرح تو کسی خونخوار درندے سے ڈرتا ہے۔ (۱) اس مثال سے تم مطلب کی بات سمجھ سکتے ہو اگرچہ سبب پر مطلع نہیں ہو سکتے 'اسلئے کہ سبب پر مطلع ہونا ایسا ہے جیسے تقدیر مطلع ہونا 'اور یہ ایک ایسا راز ہے جس کا امین صرف اس کا اہل ہی ہو سکتا ہے 'اس مثال کا مفہوم یہ ہے کہ درندے سے تم اسلئے نہیں ڈرتے کہ تم سے اس کے حق میں کوئی قصور سرزد ہوا ہے 'کوئی غلطی واقع ہوئی ہے 'بلکہ اس لئے ڈرتے ہو کہ حملہ کرنا اور گرفت میں لینا اسکی خصوصیت ہے 'اسکی یہ صفت اور ظاہری ہیبت خوف زدہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ درندہ جو چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے 'ذرا پروا نہیں کرتا 'اگر تمہیں ہلاک کردے تو اسکے دل میں ذرا رقت پیدا نہیں ہوتی اور نہ وہ تمہاری ہلاکت پر تکلیف محسوس کرتا ہے 'اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے 'تو اسلئے نہیں کہ اس کے دل میں تمہارے لئے ہمدردی کا کوئی احساس پیدا ہوا ہے 'یا وہ تم پر رحم کرنا چاہتا ہے 'بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی نظروں میں تمہاری کوئی ایسی وقعت نہیں ہے کہ وہ خاص طور پر تمہیں ہلاک کرے 'اس کی نظر میں ایک ہزار آدمیوں کی ہلاکت اور ایک چیونٹی کی ہلاکت برابر ہے۔ وہ دونوں حالتوں میں اپنی درندگی برقرار رکھتا ہے 'اور یکساں طور پر حملہ آور ہوتا ہے 'تمہیں چھوڑنا یا مار ڈالنا اسکی مرضی پر منحصر ہے یہ تو مثال کا ایک مطلب ہے 'لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف کی مثال اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے خود اسکا ارشاد ہے :۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (پ ر آیت) اور اللہ کے لئے اعلا مثال ہے۔

جس شخص نے ذات الٰہی کی معرفت حاصل کرلی 'اور مشاہدۂ باطنی سے جو مشاہدۂ ظاہری سے اعلا واوق ہے اسکی صفات کا علم حاصل کرلیا اس نے اس حدیث قدسی کی صداقت کا بھی علم حاصل کرلیا ہے۔

هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ وَهٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ (احمد۔ ابو الدرداءؓ)

یہ لوگ جنت میں ہیں اور مجھے (اس کی) پروا نہیں 'اور یہ لوگ دوزخ میں ہیں اور مجھے (اسکی) پروا نہیں۔

اس استغناء اور بے نیازی میں ہیبت و خوف کے بے شمار اسباب جمع ہیں 'اللہ سے خوف کے لئے یہ استغناء ہی کافی ہے۔

خائفین میں ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے دلوں میں خود مکروہ کا خوف راسخ ہوجائے 'مثلاً سکرات موت یا منکر نکیر کے سوالات 'عذاب قبر 'اور بعث بعد الموت وغیرہ کی دہشت 'یا باری تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف 'اور اس بات کا ڈر کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پردہ فاش ہوگا 'اور اس بات کا خوف تنکے تنکے سے سوال ہوگا 'پل صراط کی حدت 'اسے عبور کرنے کا خوف دوزخ کی آگ 'اور اس کی خطرناک گھاٹیوں کا خوف 'یا اس بات کا ڈر کہ کہیں درجات کم نہ ہوجائیں یا اس امر کا خوف کہ جنت کی نعمتوں اور راحتوں سے محروم نہ ہوجائیں 'یا خدا تعالیٰ اور ان کی درمیان حجاب نہ ہوجائے۔ یہ سب امور بذات خود برے ہیں 'اسلئے دہشت زدہ کرنے والے بھی ہیں۔

اس گروہ میں بھی مختلف مراتب ہیں 'سب سے اعلا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جنہیں باری تعالیٰ کے اور اپنے مابین حجاب کا خوف ہے 'یہ عارفین کا خوف ہے 'اس سے پہلے کے تمام مخاوف کا تعلق علماء 'صلحاء 'عابدین اور زاہدین سے ہے 'اصل میں وصال کی لذت اور فراق کے رنج و تکلیف سے صرف وہی لوگ آگاہ ہوتے ہیں جن کی معرفت مکمل ہوتی ہے 'اور جس کی معرفت مکمل نہیں ہوتی اسکی بصیرت پر پردہ پڑا رہتا ہے وہ نہ وصال کی لذات محسوس کرتا ہے اور نہ فراق کی تکلیف سے آگاہ ہوتا ہے 'بلکہ جب اسکے سامنے یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ عارف دوزخ کی آگ سے نہیں ڈرتا بلکہ حجاب سے ڈرتا ہے تو اسے بڑی حیرت ہوتی ہے بلکہ اسے دل میں برا جانتا ہے 'یہی نہیں بلکہ یہ کور چشم انسان کبھی دیدار الٰہی کی لذت کا بھی منکر ہوجاتا ہے 'اگر شریعت کی طرف سے اس انکار کی اجازت ہوتی تو وہ زبان ہی سے

---

(۱) اس روایت کی اصل نہیں ملی۔ غالباً یہ اسرائیلی روایت ہے

تھا' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس تقریر سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے (مسلم۔ ابو ہریرہؓ) یہ ہے ثواب و عذاب کا سبب۔ جو شخص نور ہدایت سے اس سبب پر مطلع ہوگا اس کا شمار اللہ تعالیٰ کی خاص معرفت رکھنے والوں میں ہوگا' یہ لوگ تقدیر کے راز سے واقف ہوتے ہیں' اور جو لوگ سنتے ہی ایمان لے آتے ہیں' اور یقین کر لیتے ہیں وہ عام مومنین کے دائرے میں ہیں' ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کے لئے خوف ہے' اگرچہ دونوں کے خوف میں وہ فرق ہے جو درندے اور بچے کی مثال میں واضح کیا گیا ہے۔

<u>قبضہ قدرت میں انسان کی حیثیت :</u> ہر انسان قبضۂ قدرت میں ایسا ہے جیسے کوئی کمزور بچہ درندے کے پنجوں میں پھنس جائے' درندہ کبھی تو اتفاق سے غافل ہوتا ہے' اور اسے آزاد کر دیتا ہے' اور کبھی حملہ آور ہوتا ہے' اور چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیتا ہے' یہ دونوں صورتیں حسب اتفاق ہوتی ہیں' لیکن ان اتفاقات کے لئے مرتب اور معلوم اسباب ہیں' اس لئے جسے عام آدمی اتفاق کہتا ہے اسے وہ لوگ تقدیر قرار دیتے ہیں' جو ہر معاملے کو قضائے الٰہی کے پس منظر میں دیکھتے ہیں' پھر درندے کے پنجوں میں گرفتار شخص اگر معرفت میں کامل ہے' اور وہ ہر شئی کو تقدیر ازلی سے مربوط سمجھتا ہے تو اس گرفتاری سے خائف نہیں ہوگا' اور نہ درندے سے ڈرے گا اسلئے کہ وہ یہ بات جانتا ہے کہ درندہ اللہ کے لئے مسخر ہے' اگر اس پر بھوک مسلط کی گئی تو وہ شکار کرے گا' اور غفلت مسلط کی گئی تو چھوڑ دے گا' بلکہ ایسا شخص درندے اور اس کی صفت سبعیت کے خالق سے ڈرتا ہے۔ اسلئے ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کی مثال ایسی ہی جیسے درندے سے ڈرنا' بلکہ اگر دیکھا جائے تو درندے سے ڈرنا بعینہٖ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے' اسلئے کہ درندے کے ذریعے ہلاک کرنے والا وہی ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ بات جان لینی چاہیے کہ آخرت کے درندے دنیا کے درندوں کی طرح ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب کے اسباب بھی پیدا فرمائے ہیں' اور ثواب کے اسباب بھی پیدا فرمائے ہیں' جو جس چیز کا اہل ہے وہ تقدیر ازلی کے زور سے اسی کی سمت کھنچا چلا جاتا ہے' چنانچہ جنت پیدا فرمائی' اور اسکے اہل پیدا فرمائے جو اسباب جنت کے لئے مسخر ہیں خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں' اسی طرح اس نے دوزخ پیدا کی اور اس کے اہل پیدا کئے جو اسباب جہنم کے لئے مسخر ہیں خواہ وہ اس پر راضی ہوں یا نہ ہوں۔ معرفت رکھنے والا شخص ہی تقدیر کے اسرار پر مطلع ہو سکتا ہے' اور وہی شخص حقیقی معنی میں خائف کہلا سکتا ہے جو اپنے آپ کو قضا و قدر کے سمندر میں ایک حقیر ذرہ سمجھتا ہو جسے تیز و تند موجیں کبھی ادھر پہنچا دیتی ہیں کبھی ادھر۔ بہرحال جو لوگ عارف ہیں انھیں خوف کا راستہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے' البتہ جو لوگ بصیرت کے مرتبے پر نہیں ہیں اور معرفت کے کمال سے محروم ہیں انھیں واقعی علاج کی ضرورت ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اخبار و آثار سنیں' خائفین اور عارفین کے احوال کا علم حاصل کریں' اور ان لوگوں کا ان مغرور اور خود پسند لوگوں سے مقابل کریں جو رجاء کے گھوڑے پر سوار ہیں' اگر اس نے موازنہ کیا تو نتیجہ اسکے علاوہ کچھ نہ نکلے گا کہ پہلے فرقے کی اقتداء ہر حال میں مناسب ہے اسلئے کہ اس گروہ میں انبیاء اولیاء اور علماء ہیں' اور دوسرے گروہ میں فراعنہ' جہلاء اور خرد ماغ لوگ ہیں۔

ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین کے سردار ہونے کے باوجود تمام لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ ڈرنے والے تھے۔ (۱) روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کسی بچے کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے کہ کسی شخص کو یہ کہتے سنا "اَللّٰھُمَّ قِہٖ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ" (اے اللہ اس بچے کو عذاب قبر اور دوزخ سے بچائیے) ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کسی کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا "ھَنِیْئًا لَکَ عُصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِیْرِ الْجَنَّۃِ" (مبارک ہو تجھے' تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے) آپ یہ سن کر خفا ہو گئے' اور کہنے والے سے فرمایا تو کیا جانے یہ ایسا ہی ہے بخدا میں اللہ کا رسول ہوں' لیکن مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی ہے' پھر اس کے لئے اہل پیدا فرمائے ہیں' جن کی تعداد میں نہ زیادتی ہوگی اور نہ کمی (۲) حضرت عثمان ابن مظعونؓ ان صحابہ میں میں تھے جنھوں نے سب سے پہلے ہجرت فرمائی' روایت ہے کہ

---

(۱) یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے (۲) اس میں پہلا جملہ طبرانی اوسط میں حضرت انسؓ سے مروی ہے اور دوسرا جملہ حضرت عائشہؓ سے۔

جب ان جلیل القدر صحابی کی وفات ہوئی اور حضرت ام سلمہؓ نے ان کے جنازے پر یہ فرمایا "هَنِيئًا لَكَ الْجَنَّةُ" (تجھے جنت مبارک ہو) اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور وہی بات ارشاد فرمائی جو اس سے پہلے روایت میں گزر چکی ہے "اس واقعے کے بعد حضرت ام سلمہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ عثمان کے بعد میں کسی کو پاک نہ کہوں گی (یعنی اسکے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہوں گی جس قطعیت کے ساتھ اسکے لئے جنت ثابت ہو) (بخاری۔ ام العلاء)۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے محمد ابن خولہ الحنفیہ فرماتے ہیں کہ بخدا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو پاک نہیں کہتا' نہ اپنے باپ کو جن سے میں پیدا ہوا ہوں' راوی کہتے ہیں کہ جب اس جملے کی وجہ سے شیعوں نے ان پر یلغار کی تو انھوں نے حضرت علی کے مناقب بیان کرنے شروع کردئے۔ ایک روایت میں اہل صفہ میں سے ایک کا حال مذکور ہے کہ جب انھوں نے شہادت پائی تو ان کی والدہ نے کہا مبارک ہو' تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے' تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی' اور اللہ کی راہ میں شہید ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ سے فرمایا تجھے کیا معلوم؟ ہو سکتا ہے یہ شخص غیر مفید گفتگو کیا کرتا ہو' اور جو چیز اسکے لئے مضر نہ ہو' وہ نہ دیا کرتا ہو (بیہقی' ترمذی۔ انسؓ۔ باختلاف یسیر) ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی صحابی کے پاس تشریف لے گئے جو بیمار تھے' آپ نے ایک عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا "تجھے جنت مبارک ہو" آپ نے دریافت فرمایا یہ کون عورت ہے جو خدا پر حکم چلاتی ہے؟ مریض نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری والدہ ماجدہ ہیں' آپ نے ارشاد فرمایا تجھے کیا معلوم شاید فلاں شخص لایعنی کلام کرتا ہو' اور ایسی چیز میں بخل کرتا ہو جسے اپنے پاس رکھنے سے مالدار نہ ہوتا۔ (۱)

خوف کا ثبوت قرآن و حدیث سے

مومنوں کو تو ہر حال میں خوف کرنا چاہیے کیا انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک نہیں سنا :۔

شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا سُورَةُ الْوَاقِعَةِ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ (ترمذی۔ ابن عباسؓ)

مجھے ہود اور اسکی بہنوں سورۂ واقعہ سورۂ کورت اور سورۂ عم یتساءلون نے بوڑھا کردیا ہے۔

علمائے کرام کہتے ہیں کہ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ ہود میں دھتکارنے اور دور کرنے کے مضامین زیادہ وارد ہوئے ہیں جیسے :۔

أَلَا بُعْدًا لِعَادٍ قَوْمِ هُودٍ (پ ۱۲ ر ۵ آیت ۶۰)

خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی عاد کو جو کہ ہود کی قوم تھی

أَلَا بُعْدًا لِثَمُودَ (پ ۱۲ ر ۶ آیت ۶۸)

خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی۔

أَلَا بُعْدًا لِمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ (پ ۱۲ ر ۸ آیت ۹۵)

خوب سن لو کہ مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا کہ ثمود رحمت سے دور ہوتے تھے۔

آپ ان مضامین سے بہت زیادہ متاثر ہوئے' حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ قومیں شرک نہ کرتیں اسلئے کہ ان سب کو راستے پر چلانا اسکے لئے آسان تھا۔ سورۂ واقعہ میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے :۔

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (پ ۲۷ ر ۱۴ آیت ۲-۳)

جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے' وہ (بعض کو) پست کردے گی (اور بعض کو) بلند کردے گی۔

یعنی جو کچھ اللہ نے لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا' اسے کوئی جھٹلانے والا نہیں ہے' یہ واقعہ' قیامت ہے' جو ہر حال میں ظہور پذیر ہوگا' پھر وہ قیامت یا تو ان لوگوں کو پست کرنے والی ہوگی جو دنیا میں بہت اونچے تھے' یا ان لوگوں کو اوپر اٹھانے والی ہوگی جو دنیا میں پست تھے'

(۱) یہ روایت گزر چکی ہے

جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف (پیاسا) ہانکیں گے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (پ۱۶ر۸ آیت ۷۱)

اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس (دوزخ) پر سے گزر نہ ہو' یہ آپ کے رب کی طرف سے ضروری ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (پ ۲۴ر۹ آیت ۴۰)

جو جی چاہے کر لو وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (پ۲۵ر۴ آیت ۲)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکو اس کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اسکو دنیا دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (پ۳۰ر۲۴ آیت ۷-۸)

سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اسکو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اسکو دیکھ لے گا۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (پ۱۹ر۱ آیت ۲۳)

اور ہم ان (کفار) کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے سو ان کو ایسا (بیکار) کر دیں گے جیسے پریشان غبار۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (پ۳۰ر۲۸ آیت ۳-۲-۱)

قسم ہے زمانے کی انسان بڑے خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

اس سورت مین خسران سے بچنے کے لئے چار شرطیں بیان کی گئی ہیں' انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کے مکر سے بے خوف نہ تھے' اسلئے وہ بھی انعام و احسان کے باوجود اس سے ڈرتے تھے' اس لئے کہ وہ اس حقیقت سے واقف تھے :-

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پ۹ر۲ آیت ۹۹)

سو خدا تعالیٰ کی پکڑ سے سوائے ان کے جو خسارہ پانے والے ہوں کوئی محفوظ نہیں رہتا۔

ایک روایت میں ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں اللہ کے خوف سے روئے' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس وحی بھیجی کہ تم کیوں روتے ہو میں نے تمہیں اپنے خوف سے مامون کر دیا' دونوں نے عرض کیا کہ یا اللہ! تیرے مکر سے بے خوف کون ہو سکتا ہے؟ (ابن شاہین۔ عمرؓ) ان دونوں کو یہ بات معلوم تھی کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے' اور وہ اپنے انجام سے واقف نہیں ہیں' اسلئے وہ اس بات سے بے خوف نہیں رہ سکتے کہ کہیں اللہ کا یہ قول کہ میں نے تمہیں اپنے خوف سے مامون کر دیا محض ابتلاء اور آزمائش کے لئے نہ ہو' یہاں تک کہ جب وہ پر سکون ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف باقی نہ رہے تب ان سے یہ دریافت کیا جائے کہ تم نے اپنا قول کیوں نہیں نبھایا چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے منجنیق میں رکھوایا تو انہوں نے فرمایا "حَسْبِيَ اللّٰهُ" (اللہ میرے لئے کافی ہے) یہ ایک بہت بڑا دعویٰ تھا' اس لئے ان کا امتحان لیا گیا' اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا گیا وہاں جا کر انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کو میری ضرورت تو نہیں' انہوں نے جواب دیا نہیں' تمہاری کوئی ضرورت نہیں

ہے 'یہ جواب واقعۃً ان کے اس دعویٰ کی صداقت کا ثبوت تھا جو انھوں نے کیا تھا کہ میری لئے میرا اللہ کافی ہے 'اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :-

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (پ ۲۷، ر ۷، آیت ۳۷)

اور ابراہیم جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا۔

اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى (پ ۱۶ ر ۱۱ آیت ۴۶-۴۵)

اے ہمارے پروردگار ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی (نہ) کربیٹھے 'یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے' ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا ہوں 'دیکھتا ہوں۔

یہ اطمینان دلانے کے باجود تم دونوں کے ساتھ ہوں اور تمہیں دیکھ رہا ہوں اور تمہاری باتیں سن رہا ہوں جب جادو گروں نے اپنے جادو کا مظاہرہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے 'اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بے خوف نہیں تھے 'اور ان پر بے خوفی کا معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں نئے سرے سے اطمینان دلایا :-

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (پ ۱۶ ر ۱۲ آیت ۶۸)

تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔

جب بدر کے دن مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کی شوکت کمزور پڑ گئی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر تو نے یہ جماعت ہلاک کر دی تو روئے زمین پر کوئی شخص تیری عبادت کرنے والا باقی نہیں رہے گا' یہ دعا سن کر حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا یہ دعا چھوڑیئے اللہ تعالیٰ وہ وعدہ ضرور پورا کرے گا جو اس نے آپ سے کیا ہے' (بخاری۔ ابن عباسؓ) اس واقعے میں حضرت ابوبکر کا مقام یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد کیا' اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام یہ ہے کہ آپ اس کے مکر سے بے خوف نہیں ہوئے' یہ بڑا اعلا اور مکمل مقام ہے' اس مقام پر وہی لوگ فائز ہوتے ہیں جنھیں اسرار الٰہی' اس کے مخفی افعال اور صفات کے رموز کی معرفت حاصل ہوتی ہے' ان صفات میں بعض سے کچھ افعال صادر ہوتے ہیں' انھیں مکر کہا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت پر مطلع ہونا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے' جو شخص معرفت کی حقیقت سمجھتا ہے' اور یہ بھی جانتا ہے کہ میری معرفت حقائق امور کے ادراک سے قاصر ہے اسکا خوف لامحالہ زیادہ ہوتا ہے' اسی لئے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا۔

اَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ ۷ ر ۶ آیت ۱۱۶)

کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے علاوہ دو معبود قرار دے لو۔

انھوں نے جواب میں فرمایا:-

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ (پ ۷ ر ۶ آیت ۱۱۶)

اگر میں نے یہ کہا ہو گا تو آپ کو اس کا علم ہو گا آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں' اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔

آخر میں ارشاد فرمایا :-

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ ۷ ر ۶ آیت ۱۱۸)

اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف کر دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

توحید پر یقین نہ کروں۔ اس لئے کہ مجھے کیا معلوم اس وقفے میں اسکے قلب کے اندر کیا تبدیلی آئی۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اگر گھر کے دروازے پر مجھے شہادت ملے اور کمرے کے دروازے پر اسلام کی حالت میں موت ملے تو میں کمرے کے دروازے پر مرنے کو ترجیح دوں' اس لئے کہ مجھے اپنے قلب کا اطمینان نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ کمرے سے باہر دروازے تک پہنچتے پہنچتے بدل جائے' حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ بخدا اس شخص کا ایمان سلب ہو جاتا ہے جو موت کے وقت ایمان سلب ہونے سے بے خوف ہو' حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ صدیقین کو ہر قدم پر یہ وسوسہ رہتا ہے کہ کہیں ان کا خاتمہ برا نہ ہو' اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا یہ وصف بیان فرمایا ہے:۔

وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (پ۱۸ر۴ آیت ۶۰)

اور ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں۔

جب حضرت سفیان ثوریؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے' وہ اس وقت انتہائی خوف زدہ تھے' لوگوں نے عرض کیا' آپ خوف نہ کریں' رجاء کریں' اللہ تعالیٰ کا عفو آپ کے گناہوں سے بڑھ کر ہے' فرمایا میں گناہوں کی وجہ سے نہیں روتا اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میرا خاتمہ توحید پر ہو گا تو مجھے گناہوں کی ذرا پروا نہ ہوں' خواہ وہ پہاڑوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک بزرگ کی وصیت : ایک بزرگ نے اپنے بھائی کو وصیت کی کہ جب میری وفات کا وقت قریب آئے تو میرے سرہانے بیٹھ جانا' اور یہ دیکھتے رہنا کہ میں کس حال پر مرتا ہوں' اگر میرا انتقال توحید پر ہو تو جو کچھ مال میرے پاس موجود ہے اس کی مٹھائی اور بادام خرید کر شہر کے بچوں میں تقسیم کر دینا' اور کہنا کہ ایک شخص قید خانے سے رہا ہوا ہے' مٹھائی اس کی آزادی کی خوشی میں ہے' اور اگر غیر توحید پر انتقال کروں تو لوگوں کو میرے حال سے مطلع کر دینا' ایسا نہ ہو کہ لوگ دھوکے میں مبتلا ہو کر میرے جنازے پر آئیں' اور مجھ سے ریاء لاحق ہو' اگر تم لوگوں کو میرے حال سے مطلع کر دو گے تو لوگ سوچ سمجھ کر آئیں گے' ریاء کی وجہ سے کوئی نہیں آئے گا' ان کے بھائی نے دریافت کیا مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ آپ کا انتقال توحید پر ہوا ہے یا غیر توحید پر؟ انہوں نے اس کی کچھ علامات بتلا دیں' راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے توحید پر وفات پائی اور ان کے بھائی نے وصیت کی مطابق مٹھائی وغیرہ خرید کر بچوں میں تقسیم کی۔ حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ مرید گناہ میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے' اور عارف کفر میں مبتلا ہونے سے خوف زدہ رہتا ہے۔ ابو یزید کہا کرتے تھے کہ جب میں مسجد کے لئے گھر سے نکلتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے گویا میری کمر سے زنار بندھا ہوا ہے' اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ زنار مجھے گرجا گھر یا آتش کدے میں نہ لے جائے' جب تک مسجد میں داخل نہیں ہو جاتا زنار کا خیال دامنگیر رہتا ہے' یہ صورت حال شب و روز میں پانچ مرتبہ پیش آتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے حواریین سے ارشاد فرمایا کہ اے گروہ حواریین! تم گناہوں سے ڈرتے ہو' اور ہم انبیاء و رسل کفر سے ڈرتے ہیں' ایک نبی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے برسوں تک بھوک' کھٹل اور برہنگی کی شکایت کرتے رہے' ان کا لباس اون کا ہوا کرتا تھا' اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے بندے ہم نے تجھے کفر سے بچایا' کیا تیرے لئے یہ نعمت کافی نہیں ہے کہ دوسری نعمتیں مانگتا ہے' یہ سن کر انہوں نے اپنے سر پر خاک ڈالی' اور عرض کیا اے اللہ! میں راضی ہوں مجھے کفر سے محفوظ رکھ' جب عارفین اپنی قوت ایمانیہ' اور راہ خدا پر اپنی ثبات قدمی کے باوجود سوء خاتمہ سے ڈرتے ہیں' تو کمزور لوگوں کو اور بھی زیادہ ڈرنا چاہیے۔

<u>سوء خاتمہ کے چند اسباب</u> : جاننا چاہیے کہ سوء خاتمہ کے چند اسباب ہیں جو موت سے پہلے ظہور پذیر ہوتے ہیں' جیسے بدعت' نفاق' کبر اور دوسرے اوصاف ذمیمہ۔ ان میں نفاق سر فہرست ہے' اسی لئے صحابہ کرام نفاق سے بہت زیادہ ڈرا کرتے تھے' حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو یہ بات میرے لئے سورج نکلنے سے زیادہ محبوب ہے' پھر یہاں نفاق سے مراد وہ نہیں ہے جو اصل ایمان کی ضد ہوا کرتا ہے' بلکہ اس سے مراد وہ وصف ہے جو ایمان کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے' یعنی آدمی بیک وقت مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور منافق بھی۔ اور اسکی بہت سی علامتیں ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ وَاِنْ كَانَتْ